ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 5 No. 01 Jan-Mar 2026.Page#. 7004-7018
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal System

A Critical Study of the Training Methodology and Approach of the Shadhiliyya Masters

مشائخ شاذلیہ کے تربیتی منہج واسلوب کا تحقیقی جائزہ

Muhammad Ayub Sheikh
Ph.D. Scholar, Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore.
ayubazad501@gmail.com
Dr. Hafiz Irfan Ullah
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract

The training methodology of the Shadhiliyya Order is a comprehensive, balanced, and moderate system grounded in the teachings of the Qur'an and Sunnah. It does not separate Shariah, Tariqah, and Haqiqah; rather, it regards them as interconnected stages of a single spiritual journey. According to the Shadhili masters, Shariah is the foundation of spiritual progress, Tariqah its practical expression, and Haqiqah its spiritual fruit. Therefore, they reject any form of Sufism that contradicts or separates itself from Shariah.The primary objective of spiritual training in the Shadhiliyya tradition is not the attainment of miracles, spiritual visions, or supernatural experiences, but the development of firm faith, inner tranquility, and purification of the soul, spiritual reform, good character, and closeness to Allah. For this purpose, practices such as remembrance of Allah (dhikr), spiritual struggle (mujahadah), seclusion (khalwah), withdrawal (uzlah), and self-accountability (muhasabah) are employed as means of spiritual development, while remaining strictly subject to Shariah and the Sunnah.The Shadhili approach places equal emphasis on the purification of both the outward and inward aspects of human life. Alongside outward acts of worship, inward virtues such as sincerity, divine love, and reliance upon Allah, fear, hope, and knowledge of Allah are given fundamental importance. Any spiritual state, vision, or claim is evaluated according to conformity with Shariah and the Sunnah of the Prophet Muhammad.ﷺ Thus, the Shadhiliyya training methodology presents an integrated system that harmonizes knowledge and practice, Shariah and spiritual reality, outward and inward reform, and Islamic jurisprudence and Sufism.

***Keyword**: Shadhiliyya, Spiritual Training, Shariah, Tariqah, Haqiqah, Qur'an, Sunnah, Purification of Soul, Self-Discipline, Divine Proximity.*

تعارفِ موضوع

تصوف کے عہدِ نبوی ﷺ سے منسلک روحانی سلسلوں کی ایک زندہ اور مؤثر کڑی کے طور پر ابھر کر سامنے آیا، جو عہدِ حاضر میں بھی روحانی تربیت اور معرفتِ حق کی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ سلسلہ شاذلیہ کے شیوخ کی حیات و خدمات کا مرکز و محور قرآن وحدیث اور دوسری طرف دیکھیں تو شریعت و تصوف کا سب سے بڑا آخذ بھی قرآن وحدیث جس سے شریعت اخذ کی جاتی ہے۔ تصوف کا روشن تصورآیاتِ قرآنی کی صورت میں اللہ کے پاک کلام قرآن مجید میں موجود ہے۔ اللہ تعالی نے قرآن پاک میں صادقین، قانتین، مخلصین، محسنین، عابدین، خاشعین، متوکلین، صابرین، اولیاء، ابرار کے ناموں سے اپنے نیک اور صالح بندوں کا ذکر کیا ہے۔ صدق، اخلاص، احسان، عبادت، خشوع وخضوع، فقر، صبر، توکل، شکر صوفیاء کی صفات ہیں یہیں سے شاذلیہ کا آغاز ہوتا ہے۔ سلسلہ شاذلیہ کے بانی امام ابوالحسن علی

بن عبد اللہ الشاذلیؒ (م 656ھ) تصوف کی تاریخ میں ایک ایسی شخصیت ہیں جنہوں نے روحانیت کو شریعت کے ساتھ جوڑ کر ایک اعتدال پسند صوفیانہ منہج متعارف کرایا۔ وہ نہ صرف زاہد اور عابد تھے بلکہ علمِ تفسیر، علمِ حدیث، اور فقہ میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ ان کی شخصیت کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ انہوں نے خانقاہی خلوت کو ترک کر کے عوامی سطح پر اصلاح کا راستہ اختیار کیا۔ یہاں مشائخِ شاذلیہ کے تربیتی منہج واسلوب کا تحقیقی جائزہ پیش کروں گا۔

مشائخِ شاذلیہ کا تعارف

مشائخ شاذلیہ کے امام، امام ابو الحسن علی بن عبد اللہ الشاذلیؒ (م 656ھ) تصوف کی تاریخ میں ایک ایسی شخصیت ہیں جنہوں نے روحانیت کو شریعت کے ساتھ جوڑ کر ایک اعتدال پسند صوفیانہ منہج متعارف کرایا۔ وہ نہ صرف زاہد اور عابد تھے بلکہ علمِ تفسیر، علمِ حدیث، اور فقہ میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ ابن عطاء اللہ اسکندری (م 709ھ): مشہور صوفی اور فقیہ، امام شاذلیؒ کے معروف خلیفہ اور الحکم العطائیۃ کے مصنف لکھتے ہیں:

«كان الشيخ أبو الحسن الشاذلي بحرا في العلوم الظاهرة والباطنة، جمع بين الفقه والتفسير والحديث، وكان يرغب أصحابه في التمسك بالكتاب والسنة.»[1]

"شیخ ابو الحسن شاذلی علومِ ظاہر و باطن میں ایک سمندر تھے۔ انہوں نے فقہ، تفسیر اور حدیث کو یکجا کیا اور اپنے اصحاب کو ہمیشہ کتاب و سنت کی پابندی کی تلقین کرتے ہوئے سلسلہ شاذلیہ کی بنیاد رکھی۔"

امام ابو الحسن علی بن عبد اللہ الشاذلیؒ محض خانقاہی بزرگ نہیں تھے بلکہ علومِ نقلی و عقلی میں یکساں مہارت رکھتے تھے۔ یہی ان کی صوفیانہ تحریک کا بنیادی امتیاز ہے کہ انہوں نے تصوف کو علمی استناد کے بغیر آگے بڑھنے نہیں دیا۔ المقری التلمسانی (م 1041ھ): اندلس و مغرب کے مشہور مؤرخ اور نفح الطیب کے مصنف لکھتے ہیں:

« كان أبو الحسن الشاذلي ممن جمع الظاهر والباطن، وأظهر في المغرب دعوة التصوف على أصل العلم والشرع.»[2]

"ابو الحسن شاذلی ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے ظاہر اور باطن کو جمع کیا، اور مغرب میں تصوف کی دعوت کو علم اور شریعت کی بنیاد پر ظاہر کیا۔"

علامہ شاذلی نے تصوف کو ایک ایسے علمی قالب میں ڈھالا جس نے محض روحانیت کو نہیں بلکہ شریعت کی اساس کو بھی بنیاد بنایا۔ یہی پہلو ان کے سلسلے کو دوسرے سلسلوں سے ممتاز کرتا ہے۔

1- منہجِ شاذلیہ کی اہمیت

امام عبد الوہاب شعرانی (م 973ھ): مشہور مصری صوفی اور الطبقات الکبری کے مصنف، جنہوں نے مختلف سلسلوں کے مشائخ کے احوال قلم بند کیے۔

---

[1] ابن عطاء اللہ، لطائف المنن (مصر، مکتبۃ القرآن للنشر والتوزیع، الطبعۃ الأولی، 1418ھ-) ج 1، ص 57

[2] المقری، نفح الطیب، (حلب، دار القلم العربی، الطبعۃ الأولی، 1422ھ) ج 3، ص 112

«إن طريق الشاذلية طريق قائم على العلم والعمل، وقد رأينا في كتبه الحث على الجهاد والتربية والمجاهدة، مع التأكيد على الالتزام بالشريعة.»[3]

"طریقہ شاذلیہ ایک ایسا راستہ ہے جو علم اور عمل پر قائم ہے۔ ہم نے ان کی کتب میں جہاد، تربیت اور مجاہدہ پر زور پایا ہے، ساتھ ہی شریعت کی پابندی پر خاص تاکید ملتی ہے۔"

طریقہ شاذلیہ کا منہج خانقاہی جمود کا شکار نہیں تھا بلکہ جہاد، عملی زندگی اور باطنی مجاہدہ تینوں کو یکجا کرتا تھا۔ یہ ایک انقلابی رجحان تھا جس نے تصوف کو عوامی اور اجتماعی سطح پر متحرک بنایا۔ سلسلہ شاذلیہ نے تصوف کو علمی بنیاد پر استوار کیا۔ یعنی یہ سلسلہ محض وجدانی یا تجرباتی نہیں تھا بلکہ قرآن و سنت اور فقہی علوم سے وابستہ رہا۔ اس پہلو نے شاذلیہ کو ایک متوازن اور پائیدار سلسلہ بنایا جو علمی دنیا میں بھی قابلِ قبول ہوا۔ شاذلیہ کا طریقہ کار جہاد اور تربیت کے امتزاج پر قائم ہے۔ یہ نکتہ بتاتا ہے کہ امام شاذلیؒ نے تصوف کو صرف خانقاہی عبادات تک محدود نہیں رکھا بلکہ سماجی اور سیاسی شعور کے ساتھ جوڑا۔ ان کا تصورِ جہاد ظاہر کرتا ہے کہ ان کے نزدیک تصوف ایک ہمہ گیر عملی نظام تھا، جو فرد کی اصلاح کے ساتھ ساتھ امت کی اجتماعی بقا سے بھی جڑا ہوا تھا۔

2-برصغیر میں سلسلہ شاذلیہ

سلسلہ شاذلیہ ،عالمِ اسلام کے اُن عظیم سلاسلِ تصوف میں سے ہے جس کی بنیاد حضرت ابوالحسن علی الشاذلیؒ(م656ھ) نے شمالی افریقہ میں رکھی۔ یہ سلسلہ مصر، حجاز، یمن اور شام سے ہوتا ہوا مختلف ادوار میں عالمِ اسلام کے دیگر علاقوں تک پہنچا۔ برصغیر پاک و ہند میں اس سلسلہ کی آمد کے متعلق مؤرخین نے بہت کم اور منتشر معلومات ذکر کی ہیں، اسی وجہ سے یہ موضوع مستقل تحقیق کا محتاج ہے۔ قدیم مصادر کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ برصغیر میں سلسلہ شاذلیہ کی آمد درج ذیل شخصیات کے ذریعے ہوئی۔

3- شیخ ابو بکر مسکینؒ

شیخ ابو بکر مسکینؒ(م380ھ) جنوبی ہند خصوصاً تمل ناڈو کے بعض قدیم مقامی مصادر میں ذکر ملتا ہے کہ شیخ ابو بکر مسکینؒ نے شاذلیہ کی تعلیمات کو جنوبی ہند میں متعارف کرایا۔ انہیں ہندوستان میں شاذلی سلسلہ کے اولین مبلغین میں شمار کرتی ہے۔

الشيخ أبو بكر الكلاباذي اسمه محمد بن إبراهيم بن يعقوب . لقبه تاج الدين ، تاج الإسلام الكلاباذي . كنيته أبو بكر . مسكنه أصله من بخارى . مذهبه‌تفقه على مذهب الإمام أبي حنيفة[4]

شیخ ابو بکر کلاباذی رحمہ اللہ کا اصل نام محمد بن ابراہیم بن یعقوب تھا۔ آپ کی کنیت ابو بکر جبکہ القاب تاج الدین اور تاج الاسلام تھے۔ آپ کا اصل وطن بخارا تھا۔ فقہ میں آپ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق تعلیم حاصل کی، اس لیے آپ حنفی فقیہ تھے۔[5]

آپ کی کتاب "تعرف لمذہب اہل تصوف" کا انگریزی ترجمہ پروفیسر آربری نے 1935ھ میں شائع کیا اور اردو ترجمہ ایک محققانہ مقدمے کے ساتھ ڈاکٹر پیر محمد حسن نے 1391ھ میں لاہور میں شائع کیا۔ ان کی دوسری کتاب "بحر الفوائد فی معانی الاخبار"

---

[3] الشعرانی، الطبقات الکبری، ج2، ص34

[4] الشيخ محمد الكسنزاني الحسيني، شیخ محمد کسرانی، موسوعة الکسنزان فیما اصطلح علیہ أهل التصوف والعرفان، ص:73

[5] مولوی فقیر محمد، حدائق الحنفیہ:، مکتبہ حسن سہیل لاہور، ص:312

ہے385ھ اور بعض کے نزدیک 380ھ میں بخارا مین وفات پائی اس کے علاوہ "اربعون حدیث" "اور الشفاع والا رتاد" بھی آپ کی تصانیف ہیں۔

آپ اپنے زمانے کے ممتاز صوفی، محدث اور متعدد علوم میں مہارت رکھنے والے جلیل القدر عالم تھے آپ نے کئی اہم علمی تصانیف یادگار چھوڑیں، جن میں الأربعون في الدين، الأشفاع والأوتار، الأمالي في الحديث، بحر الفوائد (جو معاني الأخبار کے نام سے بھی معروف ہے) اور التعرف لمذهب أهل التصوف خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ آپ کا وصال 380 ہجری میں ہوا۔

4- شیخ علی متقی ہندی

شیخ علی بن حسام الدین المعروف بہ المتقی الہندی البرہانپوریؒ کی ولادت ایک ایسے دور میں ہوئی جب برصغیر میں اسلامی علوم، دینی مدارس اور سلسلہ ہائے تصوف کے چرچے عام تھے۔ برہانپور اُس وقت علم و فضل اور روحانیت کا گہوارہ تھا۔ انہی علمی و روحانی اثرات نے متقی ہندیؒ کی شخصیت کو تشکیل دیا۔ خیر الدین زرکلیؒ لکھتے ہیں:

" علي بن حسام المتقي الهندي ولد ببرهانفور سنة 885 هـ."[6]

"علی بن حسام المتقی ہندی برہانپور میں سن 885ھ میں پیدا ہوئے۔"

شیخ علی بن حسام الدین بن قاضی خان قادری شاذلی ہندی برہانپوری مدنی مکی المعروف متقی ہندی جب آٹھ سال کے ہی تھے کہ تب ان کے والدان کو شیخ باجن عمری کے یہاں لے گئے اور ان کو ان کے دست حق پر بیعت کروایا۔ بعد ازاں جب جوان ہوئے تو زمانہ حجاز مقدس میں شیخ عارف باللہ شیخ ابو الحسن بکری شاذلی کے دست اقدس پر بیعت کی اور سلسلہ شاذلیہ میں شمولیت اختیار کی۔

شیخ علاء الدین علی بن حسام الدین المعروف بہ المتقی الہندی سلسلہ شاذلیہ میں شیخ ابو الحسن البکری المصری الشاذلی کے مرید تھے اور انکا سلسلہ شاذلیہ میں روحانی نسب جو شیخ ابو الحسن شاذلی تک یوں پہنچتا ہے ابو الحسن البکری المصری الشاذلی مرید تھے شیخ محمد بن عنان الشاذلی کے اور وہ مرید تھے شیخ یاقوت العرشی کے اور شیخ یاقوت العرشی مرید تھے شیخ ابو العباس المرسی کے اور شیخ ابو العباس المرسی مرید تھے شیخ ابو الحسن الشاذلی کے یوں انکا روحانی سلسلہ نسب پانچ واسطوں سے شیخ ابو الحسن شاذلہ تک پہنچتا ہے۔

5- شیخ عبد اللہ سندھی

شیخ عبد اللہ (م984ھ) بن سعد اللہ متقی سندھی رحمہ اللہ برصغیر کے ان جلیل القدر علماء و محدثین میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے حدیث، تفسیر اور تصوف کے میدان میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ آپ سلسلۂ شاذلیہ کے ممتاز بزرگ تھے۔ اگرچہ آپ کی پیدائش سندھ میں ہوئی، لیکن حصولِ علم کے لیے ہندوستان، حجاز اور مدینہ منورہ کے اسفار کیے، جہاں اکابر علماء سے استفادہ کیا اور خود بھی ہزاروں طالبانِ علم کو فیض پہنچایا۔ آپ کی علمی و روحانی خدمات کی وجہ سے آپ اپنے دور کے اکابر محدثین میں شمار ہوتے ہیں۔

الشيخ العالم المحدث عبد الله بن سعد الله المتقي السندي المهاجر إلى المدينة المنورة، لم يكن في زمانه أعلم منه بالحديث والتفسير.[7]

---

[6] خیر الدین الزرکلي، الأعلام، ج4، ص307

[7] علامہ حضرمی، کتاب النور السافر، ص:472

شیخ، عالم اور محدث عبد اللہ بن سعد اللہ متقی سندھی رحمہ اللہ، جو بعد میں مدینہ منورہ ہجرت کر گئے تھے، اپنے زمانے میں حدیث اور تفسیر کے سب سے بڑے علماء میں شمار ہوتے تھے۔

آپ سندھ کی سرزمین میں پیدا ہوئے اور وہیں نہایت علمی و دینی ماحول میں پرورش پائی۔ سن 947 ہجری میں قاضی عبد اللہ بن ابراہیم سندھی رحمہ اللہ کے ساتھ گجرات تشریف لے گئے، پھر انہی کے ہمراہ حرمین شریفین کا سفر کیا۔ وہاں آپ نے اپنے زمانے کے جلیل القدر اساتذہ اور خصوصاً شیخ علی بن حسام الدین متقی برہان پوری رحمہ اللہ سے حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے مدینہ منورہ میں طویل عرصہ قیام کیا، پھر 977 ہجری میں شیخ رحمت اللہ بن قاضی عبد اللہ سندھی رحمہ اللہ کے ساتھ ہندوستان واپس آئے اور کچھ عرصہ گجرات میں مقیم رہے۔ وہاں آپ تدریس اور افادۂ علم میں مشغول رہے، اور بہت بڑی تعداد میں علماء نے آپ سے علم حاصل کیا۔ بعد ازاں دوبارہ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور وہیں وفات پائی۔ آپ کی مشہور تصانیف میں جمع المناسک و نفع الناسک شامل ہے، جسے آپ نے 950 ہجری میں تصنیف فرمایا۔ اس کے علاوہ عوارف المعارف (شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ) پر آپ کی ایک حاشیہ بھی معروف ہے۔ آپ کا انتقال ذوالحجہ 984 ہجری میں مکہ مکرمہ میں ہوا۔

6- شیخ طاہر پٹنی رحمہ اللہ

برصغیر میں سلسلۂ شاذلیہ کے اولین شیوخ میں شیخ عبد اللہ بن سعد اللہ متقی سندھی رحمہ اللہ کے علاوہ چند دیگر اکابر اہلِ علم و تصوف کے نام بھی ملتے ہیں۔ ان میں بالخصوص شیخ طاہر پٹنی رحمہ اللہ (متوفی 986ھ) اور شیخ رحمت اللہ سندھی رحمہ اللہ (متوفی 994ھ) قابلِ ذکر ہیں۔ ان حضرات نے سلسلۂ شاذلیہ کی تعلیمات کو برصغیر میں متعارف کرانے، ان کی اشاعت و ترویج کرنے اور علمی و روحانی حلقوں میں اس کی بنیاد مضبوط کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

مشائخ شاذلیہ کا تربیتی منہج و اسلوب اور فقہی بصیرت

صحیح فقہی بصیرت ہی سالک کی عملی اور روحانی تربیت کو اعتدال عطا کرتی ہے۔ شیخ نعیم الجنان اپنی کتاب اقتدا باہل التصوف میں اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> فمن ثم كان الفقيه الصوفي تام الحال، بخلاف الصوفي الذى لا فقه له، وكفى الفقه عن التصوف، ولم يكف التصوف عن الفقه۔[8]
>
> صوفی جو فقہ کا بھی عالم ہو، کامل حال کا مالک ہوتا ہے، برخلاف اس صوفی کے جو فقہی علم سے محروم ہو۔ اس لیے فقہ اپنی ذات میں کافی ہے، لیکن محض تصوف فقہ سے بے نیاز نہیں کر سکتا۔

سلسلۂ شاذلیہ کے تربیتی منہج میں شریعت کی حاکمیت اور اس کی پابندی کو سلوک کی بنیاد قرار دیا گیا تھا، جبکہ یہاں یہ واضح کیا گیا ہے کہ شریعت کی صحیح معرفت فقہ کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔

---

[8] شیخ نعیم الجنان، اقتدا باہل التصوف، ص: 97

1- فقہی مقاصدِ تربیت

شاذلی منہجِ تربیت کا بنیادی مقصد فقہی تربیت کے ذریعے سالک کے ظاہر و باطن کی ایسی متوازن تعمیر ہے جس کے نتیجے میں وہ عقیدہ، عبادت، اخلاق اور معاملات کے ہر فقہی پہلو میں سنتِ رسول اللہ ﷺ کا عملی نمونہ بن جائے۔ امام ربانی حضرت شیخ احمد بن عبد الاحد الفاروقی السّرِہندیؒ اپنی تصنیف معرّب المکتوبات میں تصوف کے بنیادی اصولوں اور سلوک کی منازل کی تشریح کرتے ہوئے شریعت، طریقت اور حقیقت کے باہمی تعلق کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> لایحصل ائ لا بملازمة الشريعة ،والحقيقة عندهم نتيجة الطريقة،والطريقة نتيجة الشريعة ،والثلاثة منلازمة، وكل طاعة جامعة للثلا ثة،فالشريعة أن تعبده تعالیٰ بامتثال أمره، والطريقة أن تقصده تعالى بالقربات مع شهود منته، والحقيقة أن تشهده تعالى فی کل شی ء[9]
>
> سلسلۂ شاذلیہ کے نزدیک طریقت کا حقیقی سلوک شریعت کی دائمی پابندی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ ان کے ہاں حقیقت، طریقت کا ثمرہ ہے اور طریقت، شریعت کا نتیجہ ہے، جبکہ یہ تینوں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں۔ ہر ایسی اطاعت جو کامل ہو، ان تینوں مراتب کو اپنے اندر جمع کر لیتی ہے۔ چنانچہ شریعت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس کے احکام کی مکمل پیروی کے ساتھ کی جائے، طریقت یہ ہے کہ بندہ عبادات اور نیکیوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا قصد کرے اور اس دوران اس کے احسانات اور عنایات کا مشاہدہ بھی رکھے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ بندہ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی قدرت، تجلیات اور مشیت کا مشاہدہ کرنے لگے۔

شریعت، طریقت کا باہمی تعلق واضح کرنے کے ساتھ ساتھ اس منہج میں فقہ، تصوف، علم، عمل، ذکر، مجاہدۂ نفس، ریاضت، اخلاص، توکل، محبتِ الٰہی، معرفت اور حسنِ اخلاق ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ اسی طرح شاذلی مشائخ کرامت، کشف، غیر معمولی روحانی احوال اور غیبی مشاہدات کو سلوک کا مقصد نہیں سمجھتے، بلکہ یقینِ کامل، قلبی اطمینان، استقامتِ عمل اور اخلاقِ نبوی ﷺ سے آراستگی کو حقیقی روحانی کامیابی قرار دیتے ہیں۔

2- فقہ اور علم واخلاص کی تربیت

شاذلی مشائخ تصوف کی حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ تصوف کوئی الگ یا اضافی نظام نہیں، بلکہ علم پر مخلصانہ عمل، عزیمت کو اختیار کرنے اور رخصتوں سے حتی الامکان اجتناب کا نام ہے۔ علامہ سید احمد بن صدیق الغماری اپنی کتاب البرہان الجلی میں شاذلیہ کے اس تصور کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ويرى شيوخ الشاذلية أن: (التصوف ليس شيئاً زائداً على العمل بالعلم على وجه الإخلاص، مع الأخذ بالعزائم، وترك الرخص، وهذا أمر يشترك فيه المسلمون كافة، فمن سلك منهم في العمل هذا المنهاج سمي صوفياً، ومن لا فلا).[10]

---

[9] امام ربانی شیخ احمد بن عبد الاحد الفاروقی، المکتوبات، ج:1، ص:254

[10] سید احمد بن صدیق الغماری، البرہان الجلی، ص:100

شاذلیہ کے مشائخ کا موقف یہ ہے کہ تصوف علم پر اخلاص کے ساتھ عمل کرنے، عزیمت کو اختیار کرنے اور رخصتوں سے حتی الامکان اجتناب کرنے کے سوا کوئی اضافی چیز نہیں۔ یہ ایسا طریقہ ہے جس میں تمام مسلمان شریک ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا جو شخص اپنے عمل میں اس منہج کو اختیار کرے وہ صوفی کہلاتا ہے، اور جو اس راستے پر نہ چلے، وہ اس وصف کا مستحق نہیں۔

مشائخ شاذلیہ کے تربیتی منہج کی نہایت متوازن اور عملی تعبیر کہ شریعت کی پابندی اور فقہی بصیرت کو سلوک کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ شاذلیہ کے نزدیک تصوف مخصوص لباس، رسوم یا غیر معمولی روحانی دعووں کا نام نہیں بلکہ اخلاص کے ساتھ علم پر عمل کرنے کا منہج ہے۔

3-روحانی مدارج میں شرعی تربیت

مشائخ شاذلیہ کے نزدیک تصوف کا حقیقی مفہوم علم پر مخلصانہ عمل اور عزیمت کے اختیار میں مضمر ہے۔ اسی تصور کی مزید وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر ابو الوفاء تفتازانی شاذلیہ کے تربیتی منہج کے عملی پہلو پر روشنی ڈالتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ اس سلسلے میں روحانی ارتقاء کا انحصار نظری مباحث سے زیادہ عملی ریاضت اور مجاہدۂ نفس پر ہے جس کیلئے شرعی تربیت ضروری ہے۔ ڈاکٹر ابو الوفاء تفتازانی اپنی کتاب ابن عطاء السکندری و تصوفہ میں اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولهذا يغلب على التصوف عند الشاذلية الجانب العملى، وتحتل الرياضات العملية المركز الأهم فى السلوك عند المدرسة الشاذلية، كما أن هذه الرياضات العملية هى الأساس لنشأة الأذواق والمواجيد والمعارف الإلٰهية.[11]

اسی وجہ سے سلسلۂ شاذلیہ میں تصوف کا عملی پہلو غالب نظر آتا ہے، اور شاذلی مکتبِ فکر میں عملی ریاضتیں سلوک کا بنیادی اور اہم ترین مرکز سمجھی جاتی ہیں۔ یہی عملی ریاضتیں روحانی ذوق، وجدانی کیفیات اور معرفتِ الٰہی کے پیدا ہونے کی اساس بنتی ہیں۔

شاذلیہ کے نزدیک معرفتِ الٰہی محض نظری مطالعے یا وجدانی دعووں سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ مسلسل مجاہدۂ نفس، اخلاقی تزکیہ، خلوت، عزلت، ذکر، صبر اور ضبطِ نفس کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔

مشائخِ شاذلیہ کا تربیتی منہج واسلوب اور طریقت

مشائخِ شاذلیہ کے تربیتی منہج کے بنیادی اصول، یعنی شریعت کی پابندی، فقہی بصیرت، عملی ریاضت اور تزکیۂ نفس پر ہے۔

1-مقاصدِ طریقت

شریعت کے بعد طریقت کا تصور ہے اس تناظر میں محمد امین الکردی مختلف سلاسلِ تصوف کے باہمی تعلق اور ان کے مشترک مقصد کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

[11] ڈاکٹر ابو الوفاء تفتازانی، ابن عطاء السکندری و تصوفہ، ص:4

الطرائق كلها مستوية بالنسبة إلى الدلالة على الله تعالى، ولم تختلف وتتفاوت إلا بالنسبة لأقربية الدلالة والوصول إلى أعلى درجات التوحيد[12]

شاذلیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرنے کے اعتبار سے برابر ہیں۔ ان کے درمیان اگر کوئی فرق ہے تو صرف اس لحاظ سے کہ بعض طریقے اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ قریب اور تیز رفتار رہنمائی کرتے ہیں اور توحید کے اعلیٰ ترین درجات تک پہنچانے میں نسبتاً زیادہ مؤثر ہوتے ہیں۔

شاذلی مشائخ بھی دیگر معتبر سلاسلِ تصوف کی طرح اصل مقصود کو قربِ الٰہی، تزکیۂ نفس اور توحیدِ خالص قرار دیتے ہیں، نہ کہ کسی خاص سلسلے کی برتری کو۔ ان کے نزدیک ہر وہ تربیتی منہج جو کتاب و سنت کے دائرے میں رہتے ہوئے سالک کی اصلاح، اخلاقی تطہیر اور معرفتِ الٰہی کا ذریعہ بنے، قابلِ احترام ہے۔

2-طریقت اور قربِ الٰہی

امام ربانیؒ اس حقیقت کو بیان کرتے ہیں کہ کسی بھی طریقت میں سلوک کا مقصد نئے عقائد یا شریعت سے ماوراعلوم کا حصول نہیں، بلکہ ایمان میں یقین، قلبی اطمینان اور اعمال میں استقامت پیدا کرنا ہے۔ امام ربانی شیخ احمد بن عبد الاحد الفاروقیؒ اپنی کتاب المکتوبات میں اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فإنه ((بعد تحصيل جناحي الاعتقاد والعمل إذا كان توفيق الحق رفيقًا ودليلًا ينبغي سلوك طريقة الصوفية العلية، لا لغرض تحصيل شيء زائد على ذلك الاعتقاد والعمل، ونيل أمر جديد سواهما، فإن ذلك من طول الأمل المفضي إلى الزلل. بل المقصود منها حصول اليقين والاطمئنان في المعتقدات بحيث لا تزول بتشكيك مشك، ولا تبطل بإيراد شبهة، فإن قدم الاستدلال لا ثبات لها، ولا قرار لخزف معمول من طين، والمستدل ليس له تمكين؛ (ألا بذكر الله تطمئن القلوب)، وحصول اليسر والسهولة في إتيان الأعمال وزوال الكسالة والعناد والتعنت الناشئة من النفس الأمارة[13]

کسی صوفی طریقت میں سلوک اختیار کرنے کا مقصد صرف یقین اور قلبی اطمینان حاصل کرنا ہے، نہ یہ کہ غیب کے پردے چاک کیے جائیں اور نہ ہی اہلِ سنت کے عقائد یا شریعتِ مطہرہ سے بڑھ کر کوئی نئی چیز حاصل کی جائے۔ چنانچہ جب صحیح عقیدہ اور اعمالِ صالحہ کی دولت حاصل ہو جائے، اور اللہ تعالیٰ کی توفیق شاملِ حال ہو، تو بلند پایہ صوفیانہ طریق اختیار کرنا مناسب ہے، لیکن اس غرض سے نہیں کہ عقیدہ اور عمل سے ہٹ کر کوئی نئی حقیقت یا نیا دین حاصل کیا جائے، کیونکہ ایسا تصور طویل آرزو اور گمراہی کا سبب بنتا ہے۔ بلکہ اس طریقت کا اصل مقصد یہ ہے کہ عقائد میں ایسا مضبوط یقین اور قلبی اطمینان پیدا ہو جو کسی شکوک و شبہات سے متزلزل نہ ہو، کیونکہ محض عقلی استدلال ہمیشہ دوام اور استحکام فراہم نہیں کرتا۔ نیز ذکرِ الٰہی کے ذریعے دلوں کو سکون حاصل ہو، اعمالِ صالحہ کی ادائیگی آسان ہو جائے اور نفسِ امارہ سے پیدا ہونے والی سستی، ضد اور ہٹ دھرمی ختم ہو جائے۔

[12] محمد امین الکردی، المواہب السرمدیۃ، ص:5

[13] امام ربانی شیخ احمد بن عبد الاحد الفاروقی، المکتوبات، ج:1، ص:278

مشائخِ شاذلیہ کے تربیتی منہج کے مقاصد کو سمجھنے میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ یہی تصور شاذلیہ کے منہجِ تربیت میں بھی نمایاں ہے، جہاں ذکر، مجاہدہ، صحبتِ شیخ اور ریاضت کا مقصد سالک کے باطن کو شریعت کے مطابق مضبوط بنانا ہے۔ شاذلی اسلوبِ تربیت عقل اور نقل، عقیدہ اور عمل، شریعت اور طریقت کے درمیان کامل ہم آہنگی قائم کرتا ہے۔

3-تزکیۂ نفس اور طریقت

طریقت کا اصل مقصد یقینِ کامل، قلبی اطمینان اور اعمال میں استقامت پیدا کرنا اور تزکیہ نفس ہے، نہ کہ شریعت سے ماورا کسی نئے علم یا حقیقت کا حصول۔ اسی تسلسل میں یہ نکتہ بھی اہم ہے کہ سلوک کا مقصد غیر معمولی روحانی مشاہدات، انوار یا غیبی مناظر کی تلاش بھی نہیں۔ اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے ابویزید العجمی اپنی کتاب فی التصوف الاسلامی میں لکھتے ہیں:

وليس المقصود من سلوك طريق الصوفية أيضًا مشاهدة الصور والأشكال الغيبية، ومعاينة الألوان والأنوار اللاكيفية، فإن ذلك داخل في اللهو واللعب.[14]

اسی طرح صوفیانہ طریقت اختیار کرنے کا مقصد غیبی صورتوں اور اشکال کا مشاہدہ کرنا، یا غیر معمولی رنگوں اور بے کیف روحانی انوار کا معائنہ کرنا بھی نہیں ہے، کیونکہ یہ چیزیں اصل مقصود کے اعتبار سے لہو ولعب کے دائرے میں آتی ہیں

مشائخِ شاذلیہ کے تربیتی منہج کی اعتدال پسند اور مقصدیت پر مبنی روح کو نمایاں کرتا ہے اور یہاں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ روحانی سفر کا مقصد کشفی مناظر، غیبی انوار یا غیر معمولی کیفیات کی جستجو نہیں۔ شاذلی مشائخ سالک کی توجہ ہمیشہ مُنعِم کی طرف مبذول کراتے ہیں، نہ کہ نعمتوں یا روحانی تجربات کی طرف۔ اسی لیے ان کے تربیتی اسلوب میں ذکر، مجاہدہ، خلوت اور دیگر ریاضات کو بھی مقصودِ بالذات نہیں سمجھا جاتا، بلکہ یہ قلب کی اصلاح، اخلاص کے استحکام اور قربِ الٰہی کے ذرائع ہیں۔

مشائخِ شاذلیہ کا تربیتی منہج واسلوب اور حقیقت

مشائخِ شاذلیہ کے تربیتی منہج میں طریقت کا اصل مقصد کشف و کرامات یا غیر معمولی روحانی مشاہدات نہیں بلکہ یقین، قلبی اطمینان، تزکیۂ نفس اور قربِ الٰہی کا حصول ہے۔ انہی مباحث کے تسلسل میں اب شاذلیہ کے تصورِ حقیقت کو سمجھنا ضروری ہے۔

1-حقیقتِ باری تعالیٰ کی پہچان

حقیقت ہی وہ منزل ہے جہاں سالک کی باطنی تربیت اپنے کمال کو پہنچتی ہے۔ اس ضمن میں علامہ سراج طوسیؒ اپنی کتاب اللمع میں حقیقت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الحقيقة: ((وقوف القلب بدوام الانتصاب بين يدى آمن به))، وقيل: ((سلب آثار أوصافك عنك بأوصافه، ومن آثار تقيدك وتلبسك بها، فالسلب إنما يتوجه إلى آثار الأوصاف لا إلى الأوصاف)).[15]

حقیقت یہ ہے کہ بندے کا دل ہمیشہ اس ذاتِ باری تعالیٰ کے حضور مکمل ادب، حضوری اور استقامت کے ساتھ قائم رہے جس پر وہ ایمان رکھتا ہے۔ نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اوصاف کے فیضان سے بندے

[14] ابویزید العجمی، فی التصوف الاسلامی، ص:36

[15] علامہ سراج طوسی، اللمع، ص:336

کے نفسانی اوصاف کے اثرات کو زائل کر دے اور ان کی گرفت سے اسے آزاد کر دے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ انسانی اوصاف بالکل ختم ہو جائیں، بلکہ ان کے مذموم اثرات اور نفسانی غلبہ ختم ہو جائے۔

مشائخِ شاذلیہ کے تربیتی منہج میں حقیقت کے مفہوم کو نہایت متوازن انداز میں واضح کرتا ہے۔ سابقہ اقتباسات میں یقین، ذکر اور عملی ریاضت کو سلوک کے بنیادی ذرائع قرار دیا گیا تھا، جبکہ یہاں ان تمام مراحل کے حاصل کو بیان کیا گیا ہے۔

2-اصلاحِ عقائد و نظریات

حقیقت محض وجدانی کیفیت نہیں بلکہ ایک مستحکم روحانی مقام ہے۔ اسی بحث کے تسلسل میں امام ربانیؒ حقیقت کے علمی اور اعتقادی ارکان کو بیان کرتے ہیں تاکہ واضح ہو سکے کہ شاذلیہ کے نزدیک حقیقت کی بنیاد صحیح معرفتِ الٰہی پر قائم ہے۔ امام ربانی شیخ احمد بن عبد الاحد الفاروقیؒ اپنی کتاب معرّب المکتوبات میں حقیقت کے ارکان بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وأركان علم الحقيقة ثلاثة: العلم بذات الله ووحدانيته، والعلم بصفات الله وأحكامها، والعلم بأفعال الله۔[16]

علمِ حقیقت کے تین بنیادی ارکان ہیں:

(1) اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی وحدانیت کا علم۔

(2) اللہ تعالیٰ کی صفات اور ان سے متعلق احکام کا علم۔

(3) اللہ تعالیٰ کے افعال اور اس کی تدبیرِ کائنات کا علم۔

حقیقت کی عملی اور قلبی کیفیت اور اس کی اعتقادی بنیادوں کی وضاحت کی گئی ہے۔ شاذلیہ کے نزدیک حقیقت محض ذوقی واردات یا وجدانی مشاہدات کا نام نہیں بلکہ صحیح معرفتِ الٰہی پر استوار ایک جامع شعور ہے۔

3-حقیقت و شریعت باہمی لزومیت

حقیقی معرفت وہی معتبر ہے جو شریعت کے دائرے میں پروان چڑھے اور جس کے اثرات انسان کے ظاہر و باطن دونوں میں نمایاں ہوں۔ اس ضمن میں شاذلیہ کے اقوال نقل کرتے ہوئے ابو یزید العجمی لکھتے ہیں:

القاعدة عند الشاذلية أن: ((الحقيقة ما عقد بالشريعة))، بهذه القاعدة تمثل أساس العلاقة بين الحقيقة والشريعة عند السادة الشاذلية۔[17]

شاذلیہ کے نزدیک بنیادی اصول یہ ہے کہ حقیقت وہی ہے جو شریعت کے ساتھ مضبوطی سے وابستہ ہو۔ یہی اصول شاذلی مشائخ کے ہاں شریعت اور حقیقت کے باہمی تعلق کی بنیاد ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں

---

[16] امام ربانی شیخ احمد بن عبد الاحد الفاروقی، معرّب المکتوبات، ج:1، ص:248-249

[17] ابو یزید العجمی، فی التصوف الاسلامی، ص:39

وهناك علاقة وثيقة الترابط بين العلم والحقيقة الصوفية والعمل، فعند الشاذلية فيما يقرره الشيخ الحضرمى أن: ((كل علم لا تكون له حقيقة فى الباطن فلا عبرة به، وكل حقيقة لا يظهر لها أثر فى الخارج فلا فائدة فيها)).[18]

اسی طرح شاذلیہ کے نزدیک علم، حقیقت اور عمل کے درمیان نہایت مضبوط ربط پایا جاتا ہے۔ شیخ حضرمی فرماتے ہیں کہ ہر وہ علم جس کی باطنی حقیقت نہ ہو، وہ قابلِ اعتبار نہیں، اور ہر وہ حقیقت جس کے آثار انسان کے ظاہر اور عمل میں نمایاں نہ ہوں، وہ بھی بے فائدہ ہے۔

یہ مشائخِ شاذلیہ کے تربیتی منہج کے ایک نہایت بنیادی اصول کو نمایاں کرتا ہے، یعنی شریعت، حقیقت اور عمل کی وحدت۔ شاذلی مشائخ کے نزدیک وہ حقیقت معتبر نہیں جو شریعت سے الگ ہو، اور نہ ہی وہ علم مفید ہے جو سالک کے باطن میں خشیت، اخلاص اور معرفت پیدا نہ کرے۔

4-ظاہر و باطن کی تفہیم

شاذلی مشائخ کے نزدیک شریعت صرف ظاہری اعمال تک محدود نہیں بلکہ باطنی اصلاح کو بھی اپنے دائرے میں شامل کرتی ہے۔ اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے عبد الرزاق بن جمال الدین الکاشانی لکھتے ہیں:

الظاهر والباطن كلاهما من علم الشريعة، ومندرجان تحتها، ولا يخرجان عنها، وذلك أن: ((علم الشريعة واحد، وهو اسم يجمع معنيين: الرواية والدراية، فإذا جمعتهما فهو علم الشريعة الداعية إلى الأعمال الظاهرة والباطنة)).[19]

ظاہر اور باطن دونوں ہی علمِ شریعت کا حصہ ہیں اور اسی کے دائرے میں شامل ہیں، ان میں سے کوئی بھی شریعت سے خارج نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ علمِ شریعت حقیقت میں ایک ہی علم ہے، جو دو معنوں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے: روایت اور درایت۔ جب یہ دونوں جمع ہو جائیں تو یہی وہ کامل علمِ شریعت ہے جو انسان کو ظاہری اعمال کے ساتھ ساتھ باطنی اعمال کی بھی رہنمائی کرتا ہے۔

مشائخِ شاذلیہ کے تربیتی اسلوب کی ایک نمایاں خصوصیت، یعنی ظاہر و باطن کی متوازن تربیت ہے۔ شاذلی مشائخ کے نزدیک ظاہری عبادات اور باطنی تزکیہ ایک دوسرے کے بغیر نامکمل ہیں۔ اسی لیے ان کے تربیتی نظام میں فقہی احکام کی پابندی کے ساتھ اخلاص، خشوع، توکل، محبتِ الٰہی اور تصفیۂ قلب پر یکساں توجہ دی جاتی ہے۔

5-ظاہر و باطن کا باہمی کردار پر اثر

شیخ احمد زروقؒ اپنی کتاب قواعد التصوف میں اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الذى عليه الشاذلية أن: ((كل باطن مجرد عن الظاهر باطل))، و**((يعرف باطن العبد من ظاهر حاله، لأن السريرة تدل على السرائر، وما خامر القلوب فعلى الوجوه أثره يلوح، ﴿سِيمَاهُمْ فِي

[18] امام ربانی شیخ احمد بن عبد الاحد الفاروقی، معرّب المکتوبات، ج:1، ص:254

[19] عبد الرزاق بن جمال الدین الکاشانی، اصطلاحات الصوفیۃ، دار المعارف، القاهرۃ، مصر، الطبعۃ الثانیۃ، 1984م، ص:184۔

وُجُوهِهِمْ﴾ (الفتح:29)، وقال ذلک الرجل لرسول الله ﷺ: "فلما رأيته علمت أنه ليس بوجه كذاب")).[20]

شاذلیہ کا اصول یہ ہے کہ ہر وہ باطن جو ظاہر سے جدا ہو، باطل ہے۔ نیز بندے کے باطن کو اس کے ظاہری حالات سے پہچانا جاتا ہے، کیونکہ انسان کے باطنی راز اس کے ظاہر کی رہنمائی کرتے ہیں، اور جو کیفیت دل میں راسخ ہو، اس کے آثار چہرے اور کردار پر نمایاں ہو جاتے ہیں۔ اسی حقیقت کی طرف قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا: "ان کی پہچان ان کے چہروں پر موجود ہے۔" (الفتح:29)۔ اسی طرح ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کہا: "جب میں نے آپ ﷺ کا چہرہ دیکھا تو فوراً جان گیا کہ یہ کسی جھوٹے انسان کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔"

شاذلی مشائخ کے نزدیک اگر کسی شخص کے باطنی دعوے اس کے ظاہری اعمال، اخلاق اور معاملات سے مطابقت نہیں رکھتے تو ایسی روحانیت معتبر نہیں۔ اسی لیے ان کے تربیتی اسلوب میں سالک کی باطنی اصلاح کو اس کے کردار، عبادات، حسنِ اخلاق، تواضع اور معاملات کے ذریعے پرکھا جاتا ہے۔

6-احکامِ الٰہی کی ظاہری و باطنی تقسیم واہتمام

شیخ ابن عطاء اللہ سکندریؒ فرائضِ الٰہیہ کی ایسی جامع تقسیم پیش کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاذلی منہج تربیت میں ظاہر اور باطن دونوں کی ادائیگی یکساں اہمیت رکھتی ہے۔ ابن عطاء اللہ سکندریؒ اپنی کتاب لطائف المنن میں لکھتے ہیں:

و ((الفرائض التى اقتضاها الحق سبحانه وتعالى من عباده على قسمين: ظاهرة، وباطنة. فالظاهرة: الصلوات الخمس، والزكاة، وصوم رمضان، والحج، والأمر بالمعروف والنهى عن المنكر، وبر الوالدين إلى غير ذلک. والباطنة: العلم بالله، والحب له، والتوكل عليه، والثقة بوعده، والخوف والرجاء منه، إلى غير ذلک)).[21]

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جو فرائض عائد کیے ہیں، وہ دو قسم کے ہیں: ظاہری فرائض اور باطنی فرائض۔ ظاہری فرائض میں پانچ وقت کی نماز، زکوٰۃ، رمضان کے روزے، حج، نیکی کا حکم دینا، برائی سے روکنا، والدین کے ساتھ حسنِ سلوک اور دیگر ظاہری عبادات شامل ہیں۔ جبکہ باطنی فرائض میں اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس سے محبت، اسی پر توکل، اس کے وعدوں پر کامل اعتماد، اس سے خوف اور اسی سے امید رکھنا، اور اس جیسے دیگر قلبی اعمال شامل ہیں۔

ابن عطاء اللہ سکندریؒ اس وحدت کو فرائضِ الٰہیہ کی تقسیم کے ذریعے عملی انداز میں بیان کرتے ہیں۔ شاذلیہ کے نزدیک جس طرح نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہے، اسی طرح محبتِ الٰہی، توکل، خوف، رجاء اور معرفتِ الٰہی جیسے قلبی اعمال بھی شرعی فرائض کی حیثیت رکھتے ہیں۔

---

[20] احمد بن احمد زروق، قواعد التصوف، ص: 46–47

[21] ابن عطاء اللہ سکندری، لطائف المنن، ص:29

مشائخِ شاذلیہ کا تربیتی منہج واسلوب اور اتباعِ سنت

مشائخِ شاذلیہ کے ان تمام تربیتی اصولوں کا عملی نمونہ سنتِ رسول ﷺ ہے، کیونکہ شاذلی مشائخ کے نزدیک روحانی کمال کا واحد معتبر راستہ اتباعِ نبوی ہے۔

1-تارکِ سنتِ رسول ﷺ پیر کامل نہیں

شاذلی مشائخ یہ اصول بیان کرتے ہیں کہ شیخ کی اطاعت بھی اسی وقت معتبر ہے جب وہ سنتِ نبوی ﷺ کا پابند ہو، کیونکہ شاذلی منہجِ تربیت میں اتباعِ سنت ہر شیخ، کشف اور کرامت پر مقدم ہے۔ اس حقیقت کو متعدد شاذلی اکابر نے اپنے اقوال اور عملی نمونوں کے ذریعے واضح کیا ہے۔ محمد الخانی، بھجۃ السنیۃ میں لکھتے ہیں:

((لا يقف لطلب شيخ ولا غيره، بل يعمل ويطلب ويتبع العلم الظاهر حتى يهديه لباطن الأمر الذى يعضده الحق الواضح من ظاهر الأمر، إذ كل باطن على انفراده باطل، وجيده من الحقيقة عاطل، والرسول هو الإمام عليه السلام، وكل شيخ لم يظهر بالسنة فلا يصح اتباعه لعدم تحقق حاله، وإن صح فى نفسه وظهر عليه ألف ألف كرامة من أمره.))[22]

شاذلی مشائخ مرید کو ہدایت کرتے ہیں کہ وہ کسی شیخ یا شخصیت کی تلاش میں ہی نہ رکا رہے، بلکہ علمِ ظاہر پر عمل کرتا رہے، کیونکہ یہی اسے حقیقتِ باطن تک پہنچاتا ہے۔ ہر وہ باطن جو ظاہر شریعت سے الگ ہو، باطل ہے اور حقیقت سے خالی ہے۔ رسول اللہ ﷺ ہی اصل پیشوا ہیں، اور جو شیخ سنتِ نبوی کا پابند نہ ہو، اس کی پیروی درست نہیں، خواہ اس کے ہاتھ پر ہزاروں کرامات ہی کیوں نہ ظاہر ہوں۔

مشائخِ شاذلیہ کے تربیتی منہج میں اتباعِ سنتِ رسول ﷺ کو سب سے اعلیٰ معیارِ تربیت ثابت کرتے ہیں۔ گزشتہ اقتباس میں سنت کو اخلاقی وروحانی کمال کا سرچشمہ قرار دیا گیا تھا، جبکہ یہاں یہ واضح کیا گیا ہے کہ شیخ کی حیثیت بھی سنتِ نبوی ﷺ کے تابع ہے، نہ کہ اس سے بالاتر۔

2-فلاحِ دارین اتباعِ سنت میں

شاذلی مشائخ کے نزدیک مرید کا اعتماد کرامات، شہرت یا غیر معمولی روحانی احوال پر نہیں بلکہ شیخ کے شرعی التزام اور اتباعِ سنت پر ہونا چاہیے۔ الشیخ زروق، قواعد التصوف میں لکھتے ہیں:

((ثبات الأقدام: سلوك طريق الاتباع، والائتمام بالرسل الكرام.))[23]

استقامتِ قدم کا راز اتباع کے راستے پر چلنے اور انبیائے کرام علیہم السلام کی اقتدا اختیار کرنے میں ہے۔

ابن عطاء اللہ سکندری لکھتے ہیں:

((وأخبرنى سليمان الباخس، قال: لقيت يوماً الشيخ أبا العباس المرسى وقد خرج من الحمام، فعزمت عليه؛ فطلع عندى، فقدمت له من البطيخ الصالحى، وهو فى أثناء أكله سألته عن رجل كان كثير

[22] عبد اللہ الخانی، بھجۃ السنیۃ فی آداب الطریقۃ العلیۃ الخالدیۃ النقشبندیۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، الطبعۃ الأولی، 1424ھ-ص: 138
[23] شیخ زروق، قواعد التصوف، ص:135

الشهرة، يرحل بالخلق الكثير والرايات، ولا يحضر صلاة الجمعة، فلما ذكرته للشيخ تغير وقال: والله لو علمت أنک تذکره لی ما طلعت عندک، تذکرون بین یدی الأبدال والأولیاء أهل البدع!))[24]

ایک مرتبہ انہوں نے حضرت ابو العباس المرسیؒ سے ایک ایسے مشہور شخص کا ذکر کیا جس کے ساتھ لوگوں کا بڑا ہجوم ہوتا تھا، مگر وہ جمعہ کی نماز میں حاضر نہیں ہوتا تھا۔ یہ سن کر حضرت ابو العباس المرسیؒ سخت ناگوار ہوئے اور فرمایا: "اللہ کی قسم! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم اس شخص کا ذکر کروگے تو میں تمہارے پاس نہ آتا۔ کیا تم اولیاء کے سامنے اہلِ بدعت کا تذکرہ کرتے ہو؟"

أبو بكر محمد بن إسحاق الكلاباذي، ابو العباس المرسیؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

((وكان الشيخ أبو العباس قوى المتابعة للسنة، ويعلم أصحابه ذلک، وإذا وقع من أحدہم مخالفة لہا ینہاہ، ویقول: لا، ہو لا یرضیہ خلاف السنة.))[25]

حضرت ابو العباس المرسیؒ سنتِ نبوی کی سختی سے پیروی کرتے تھے، اپنے مریدوں کو بھی اسی کی تعلیم دیتے تھے، اور جب ان میں سے کوئی سنت کے خلاف عمل کرتا تو اسے فوراً منع کرتے اور فرماتے: "نہیں، اللہ تعالیٰ سنت کی مخالفت کو پسند نہیں کرتا۔"

حضرت ابو العباس المرسیؒ نے ایسے مشہور شخص کی تعریف کو بھی ناپسند کیا جو جمعہ جیسے فرضِ عین کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاذلی اسلوبِ تربیت میں کرامت پر استقامت، کشف پر شریعت اور شخصیت پر سنت کو ترجیح حاصل ہے۔ یہی اصول مرید کی فکری اور عملی تربیت کو اعتدال، اخلاص اور اتباعِ رسول ﷺ کے مضبوط سانچے میں ڈھالتا ہے، جو شاذلی منہج کا بنیادی امتیاز ہے۔

---

[24] ابن عطاء اللہ سکندری، لطائف المنن، ص:103

[25] أبو بكر محمد بن إسحاق الكلاباذي، التعرف لمذهب أهل التصوف، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، الطبعة الأولى، 1400ھ-/1980م، ص: 86

خلاصہ تحقیق

مشائخ ِ شاذلیہ کا تربیتی منہج قرآن و سنت کی تعلیمات پر استوار ایک جامع، متوازن اور اعتدال پسند نظامِ تربیت ہے، جس میں شریعت، طریقت اور حقیقت کو ایک دوسرے سے جدا نہیں بلکہ ایک ہی روحانی سفر کے باہم مربوط مراحل تصور کیا جاتا ہے۔ شاذلی مشائخ کے نزدیک شریعت تمام روحانی منازل کی بنیاد، طریقت اس کی عملی صورت اور حقیقت اس کا روحانی ثمر ہے۔ اسی لیے انہوں نے ہر اس تصوف کی نفی کی ہے جو شریعت سے الگ یا اس کے بر خلاف ہو۔ شاذلیہ کے نزدیک سلوک کا اصل مقصد کشف، کرامت، غیبی مشاہدات یا غیر معمولی روحانی کیفیات کا حصول نہیں، بلکہ یقینِ کامل، قلبی اطمینان، تزکیۂ نفس، اصلاحِ باطن، حسنِ اخلاق اور قربِ الٰہی کا حصول ہے۔ اس مقصد کے لیے ذکر، مجاہدۂ نفس، خلوت، عزلت، محاسبۂ نفس اور دیگر عملی ریاضات کو تربیت کا مؤثر ذریعہ قرار دیا گیا ہے، تاہم ان تمام ریاضات کو ہمیشہ شریعت اور سنتِ نبوی ﷺ کے تابع رکھا گیا ہے۔ شاذلی تربیتی اسلوب میں ظاہر و باطن کی یکساں اصلاح کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ ظاہری عبادات کے ساتھ قلبی اعمال، جیسے اخلاص، محبتِ الٰہی، توکل، خوف، رجاء اور معرفتِ الٰہی کو بھی فرائضِ دینی کا حصہ قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح کسی بھی باطنی کیفیت، کشف یا روحانی دعوے کی صحت کا معیار ظاہری اتباعِ شریعت اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کو قرار دیا گیا ہے۔ سلسلۂ شاذلیہ کا تربیتی منہج ایک ایسا ہمہ گیر نظامِ تربیت ہے جو علم و عمل، شریعت و حقیقت، ظاہر و باطن اور فقہ و تصوف کے درمیان کامل ہم آہنگی پیدا کرتا ہے۔ یہی جامعیت اس سلسلے کو دیگر روحانی مناہج کے مقابلے میں ایک مضبوط، معتدل اور کردار ساز تربیتی مکتبِ فکر بناتی ہے، جس کا بنیادی ہدف انسان کو اتباعِ کاملِ رسول اکرم ﷺ، تزکیۂ نفس، اخلاقِ حسنہ اور معرفتِ الٰہی کے ذریعے رضائے الٰہی سے ہمکنار کرنا ہے۔

مصادر و مراجع

1. ابن عطاء اللہ السکندري، تاج الدین أبو الفضل أحمد بن محمد، لطائف المنن، تحقیق: عبد الحلیم محمود، دار المعارف، القاهرة، مصر، 1432ھ۔
2. امام الرباني، الشیخ أحمد بن عبد الأحد، الفاروقي السرهندي، المکتوبات، مکتبة النور، کراچی، پاکستان، 2006ء۔
3. تفتازاني، أبو الوفا الغنیمي، ابن عطاء اللہ السکندري و تصوفه، مکتبة القاهرة الحدیثة، القاهرة، مصر، 1958ء۔
4. خاني، عبد اللہ بن محمد، البهجة السنیة في آداب الطریقة العلیة الخالدیة النقشبندیة، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، الطبعة الأولی، 1424ھ۔
5. زروق، أبو العباس أحمد بن أحمد البرنسي، قواعد التصوف، تحقیق و تصحیح: عبد المجید خیالي، منشورات محمد علي بیضون، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، 2003ء۔
6. سراج الطوسي، أبو نصر عبد اللہ بن علي، اللمع في تاریخ التصوف الإسلامي، تحقیق: کامل مصطفی الهنداوي، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، 2001ء۔
7. شافعي، حسن، أبو الیزید العجمي، في التصوف الإسلامي، دار السلام للطباعة والنشر والتوزیع والترجمة، القاهرة، مصر، 2007ء۔
8. غماري، السید أحمد بن محمد بن الصدیق، أبو الفیض، البرهان الجلي في أن التصوف من السنة والکتاب، مکتبة القاهرة الحدیثة، القاهرة، مصر 1423ھ۔
9. کاشاني، عبد الرزاق بن جمال الدین، اصطلاحات الصوفیة، تحقیق و تقدیم و تعلیق: عبد الخالق محمود، دار المعارف، القاهرة، مصر، الطبعة الثانیة، 1984ء۔
10. کردي، محمد أمین بن فتح اللہ، الإربلي الشافعي النقشبندي، المواهب السرمدیة في مناقب السادة النقشبندیة، مطبعة السعادة، القاهرة، مصر، 1911ء۔
11. کلاباذي، تاج الإسلام أبو بکر محمد بن إسحاق، التعرف لمذهب أهل التصوف، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، الطبعة الأولی، 1400ه-/1980م۔